2

۶۰ سال پہلے

ترجمان القرآن کی اشاعت اس وقت صرف چھ سو ہے۔ دوسری قوموں کے علمی ذوق اور جرائد کی اشاعت کو دیکھتے ہوئے تو یہ تعداد بہت کم ہے مگر مسلمانوں کی ذہنی حالت کے لحاظ سے اس کو بہت زیادہ سمجھنا چاہیے کیونکہ ان کی دلچسپیوں کا دائرہ دوسرا ہے۔ اس چھ سو کی تعداد میں سے پورے نصف کی خریدار سرکار آصفیہ ہے۔ اگر ان تین سو پرچوں کو الگ کر دیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ کروڑوں مسلمانوں کی اس آبادی میں صرف تین سو اصحاب ایسے ہیں جو "ترجمان القرآن" کی وضع کا ایک رسالہ پڑھنے کے لیے کچھ خرچ کر سکتے ہیں۔ پھر ان تین سو میں سے بھی دس فیصد حضرات اپنے بجٹ میں اس رسالہ کی پوری قیمت کے لیے گنجائش نہیں نکال سکتے مگر چونکہ ہم خود ان تک اپنی آواز پہنچانے کے غرض مند ہیں اس لیے ہم کو مجبوراً رعایتی قیمت بلکہ بسااوقات برائے نام قیمت پر ان کے نام پرچہ جاری کرنا پڑا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس معیار کا کوئی پرچہ اتنی کم اشاعت پر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس کی آمدنی میں اتنی گنجائش کہاں کہ وہ ایک اعلیٰ درجے کے علمی رسالہ کی وہ ضروریات فراہم کر سکے جو طباعت کے مصارف سے بالا تر ہیں۔ نہ اس میں کتابیں خریدی جا سکتی ہیں جو علمی تحقیق کے لیے ناگزیر ہیں۔ نہ اس میں علمی رسالے خریدے جا سکتے ہیں جو نئی معلومات حاصل کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ نہ اس میں بلند پایہ مضامین لکھنے والوں کو ان کے وقت اور ان کی محنت کا کم سے کم معاوضہ دیا جا سکتا ہے۔ نہ اس میں اتنی گنجائش ہے کہ کسی ایک لائق آدمی کی بھی خدمات مستقل طور پر حاصل کی جا سکیں تاکہ وہ ادارت کے کاموں میں ایڈیٹر کا ہاتھ بٹا سکے۔ ایسی حالت میں پرچے کو نہ صرف زندہ رکھنے بلکہ اس کا معیار بھی قائم رکھنے کا تمام تر بار ایک تنہا شخص پر ہے۔ وہ اس دوگونہ مشکل میں مبتلا ہو گیا ہے کہ ایک طرف تو اپنا تمام وقت اور اپنی پوری دماغی قوت اس پرچے کی ترتیب میں صرف کر دے اور دوسری طرف نہ صرف اپنی ذاتی ضروریات' بلکہ خود پرچے کی ضروریات کا بھی ایک معتدبہ حصہ کہیں اور سے فراہم کرے جس کے لیے نہ اس کے پاس کافی وقت بچتا ہے' اور نہ اس کے دل و دماغ میں اتنی طاقت باقی رہتی ہے کہ کوئی دوسرا کام کر سکے۔

اس حالت پر شکایت کا کوئی محل نہیں در حقیقت مجھ پر ان لوگوں کا احسان ہے جو اس رسالہ کو پڑھ لیتے ہیں' اور اس سے زیادہ احسان ان کا ہے جو اسے پڑھنے کے ساتھ اس کی پوری یا ادھوری قیمت بھی ادا کرتے ہیں۔ اب اس کے بعد کسی مزید احسان کی درخواست نہ میں کر سکتا ہوں نہ کرنا چاہتا ہوں۔ رہی پرچے کی زندگی' تو جو حضرات اس کے خریدار ہیں ان کو میں اطمینان دلاتا ہوں کہ یہ پرچہ ان شاء اللہ اس وقت تک زندہ رہے گا جب تک میں زندہ ہوں۔ میں بے مقصد زندگی بسر کرنا نہیں چاہتا' اس لیے توفیق الٰہی سے جس قدر کوشش خود اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے کرتا ہوں اسی قدر کوشش اپنے مقصد وجود کو بھی برقرار رکھنے کے لیے کروں گا۔

(سید ابوالاعلیٰ مودودی" اشارات' جلد ۸ عدد ۶' جمادی الاخریٰ ۱۳۵۵ھ' اگست ۱۹۳۶)